جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

رجب المرجب ۱۴۳۳ھ جون ۲۰۱۲ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048–6786002/6786899

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

برادر معظم مولانا سید عبدالصبور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید عبدالصبور ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد ۴ر مئی ۲۰۱۲ء کو جامع مسجد حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں جمعہ کے اجتماع سے مدیر ''مجلہ الحقانیہ'' نے جو خطاب فرمایا اسے جامعہ کے مدرس مولانا محمد آصف چنیوٹی صاحب نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے ضبط کرلیا ہے۔ مدیر ''مجلہ الحقانیہ'' کی نظرثانی وحذف واضافہ کے ساتھ اس مرتبہ کے اداریہ میں وہ خطاب ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

خطبہ ابتدائیہ :

امابعد:

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ''کل نفس ذائقة الموت'' صدق اللہ العظیم.

قرآن پاک کا جو حصہ اس وقت تلاوت کیا گیا ہے اس میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس دنیا میں جو ذی روح، ذی نفس پیدا ہوا ہے اس نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔ اگر دنیا ہمیشہ کے لئے رہنے کی جگہ ہوتی تو سرور دو عالم امام الانبیاء خاتم الانبیاء حضور ﷺ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا میں تشریف فرما ہوتے، اور آپ کی وفات نہ ہوتی۔ ایک شاعر کہتا ہے

ولو كانت الدنيا تدوم لاهلها لكان رسول الله فيها مخلداً

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ یہاں جو آیا ہے وہ جانے کے لئے آیا ہے۔ عربی زبان کے ایک شاعر نے بھی یہ بات یوں بیان کی ہے

الا یاساکن القصر المعلی ستدفن عن قریب فی التراب

بڑے بڑے محلات میں رہنے والو! یادرکھو کہ عنقریب تم پیوندِ زمین ہوجاؤ گے، تمہیں زمین میں دفن کردیا جائے گا۔

له ملك ينادی كل يوم لدوا للموت وابنوا للخراب

فرشتہ روزانہ آواز دے کرکہتا ہے کہ تم پیدا ہو رہے ہو مرنے کے لئے۔ یہ عمارتیں بنا رہے ہو گرنے کے لئے۔

قليل عمرنا فی دار دنيا ومرجعنا الی بيت التراب

دنیا کے اندر ہمارا قیام عارضی اور چند سال کے لئے ہے بالآخر ہمیں مٹی کے گھر میں پہنچنا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وماهذه الحيوٰة الدنيا الا لهو ولعب دنیا کی زندگی کیا ہے؟ لہو ولعب ہے۔اس لیے دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو آخرت کی تیاری کرنی چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

الدنيا مزرعة الآخرة۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

یہاں انسان آخرت کی تیاری کے لئے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے اسے سو سال کی زندگی عطا فرمائیں یا پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال کی بالآخر اس نے یہاں سے جانا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس (میری) امت کی عمر عام طور پر ''مابين الستين والسبعين'' ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہے۔ اس کے بعد جتنی عمر ہے وہ سارا کا سارا نفع ہی نفع ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہے۔ جب آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عزرائیل اور حضرت جبرائیل علیہما

السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے روح مبارک قبض کرنے کی اجازت لی۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے اس کی اجازت لی جاتی ہے اور انہیں اللہ کی طرف سے اختیار بھی دیا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے جب آکر یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ آپ ﷺ اگر چاہیں تو آپ کو اور عمر بھی عطا کی جاسکتی ہے۔ اس کے جواب میں آخری لفظ آپ علیہ السلام کی زبان مبارک پر کیا تھے؟ اس بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام کی زبان سے آخری لفظ یہ نکلا ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' اے اللہ مجھے تو آپ کی رفاقت چاہئے۔ آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا اور تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں آپ کی وفات ہوئی۔

ہم نے دنیا میں کس طرح رہنا ہے اس کے بارہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کن فی الدنیا کأنك غریب او عابر سبیل ۔ دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر۔ بلکہ اس مسافر کی طرح جو راستہ طے کر رہا ہو۔ کیونکہ مسافر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ مسافر ہے جو سفر کے بعد کسی منزل پر جاکر دو دن چار دن آٹھ دن دس دن قیام کرتا ہے۔ اور ایک مسافر وہ ہے جو سفر طے کر رہا ہے منزل پر نہیں پہنچا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے آپ کو اس مسافر کی طرح سمجھو جو راستہ طے کر رہا ہے۔ ہمیں دنیا میں اس طرح رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر جب انسان حضور اکرم ﷺ کی ہدایات، اللہ تعالیٰ کے احکام اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی گذارتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک دن اس نے دنیا سے رخصت ہونا ہی ہے، لیکن اس کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ بلکہ موت اس کے لئے تحفہ ہوگی۔ موت مؤمن کے لئے بڑی نعمت ہے۔ موت تحفہ ہے، اس کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہئے، اس کا انتظار رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ موت کے بعد جو دولتیں اور نعمتیں اللہ تعالیٰ

اہل ایمان اور مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے اس سے دنیا کی تمام پریشانیوں سے نجات ہو جائے گی۔ تمام رنج وآلام اور مصائب ختم ہو جائیں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موت کا وقت قریب آیا تو فرماتے ہیں غداً نلقی الاحبۃ محمداً وحزبہ۔ میرے لئے کتنی خوشی کا موقع ہے کہ مرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات ہوگی۔

بس یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ ایک بزرگ اور اللہ والے سے کسی نے یہ مذاق کیا کہ آپ کی داڑھی بکرے کی طرح ہے۔ یہ بکرا آپ سے اچھا ہے۔ فرمانے لگے کہ ہاں بھئی اگر میرا خاتمہ (نعوذ باللہ) ایمان پر نہ ہوا تو یہ بکرا مجھ سے اچھا ہے۔ اور اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں اس سے اچھا ہوں۔

حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے وہاں جا کے دیکھیں گے کہ کیسے رہے

وقت تو گذر جاتا ہے لیکن کوشش یہ کرنی چاہئے کہ یہ وقت ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور ان کے حکموں کے مطابق گذاریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ ایمان پر خاتمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم (سورۃ طور، آیت ۲۱) جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کا اتباع کیا پھر آخرت میں ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور کسی کے درجے میں ہم کمی نہیں کریں گے۔ بہرحال مجھے آپ سب کو آخرت کے لئے ہر وقت تیاری کرنی چاہئے اور ہر گھڑی، ہر آن موت کو یاد کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

احقر گزشتہ تین ہفتے حرمین شریفین کے سفر پر رہا۔ منگل کو واپسی ہوئی (۸ /

جمادی الثانی بمطابق ۳۰/اپریل) شام سات بجے پاکستان پہنچا۔ خیال تھا کہ ایک دن لاہور ٹھہروں بھائی عبدالودود سلمہ بھی عمرہ کے سفر پر تھے ایک دن بعد ان کی واپسی تھی۔ ہم نے پروگرام بنایا تھا کہ اکٹھے ساہیوال کا سفر کریں گے۔ چنانچہ رات بارہ بجے کے قریب لاہور عبدالعظیم سلمہ کے مکان پر احقر لیٹ گیا۔ پونے ایک بجے انہوں نے مجھے اٹھایا کہ بھائی عبدالصبور (رحمہ اللہ) کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ ہسپتال میں ہیں لہذا ابھی فوری ساہیوال جانا ہے۔ پھر انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد بتایا کہ ان کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ سنتے ہی احقر سکتہ میں آگیا اور طبیعت پر بڑا اثر ہوا لیکن سوائے صبر کے چارہ نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں برادرم عبدالغفور صاحب نے بھی اس خبر کی تصدیق کر دی۔ حالانکہ احقر نے پاکستان پہنچ کر گھر رابطہ کر کے سب کی خیریت دریافت کی۔ اس وقت کسی نے بھی ان کے حوالہ سے کوئی ایسی بات نہیں بتائی جس سے تشویش ہوتی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ماشاء اللہ کئی دنوں سے ان کی طبیعت بہت بہتر چل رہی تھی۔ وفات سے ایک دن قبل سب احباب سے انہوں نے خود ملاقات کی اور ملاقات کے اندر بھی طبیعت کافی بہتر نظر آرہی تھی۔ احقر کے لاہور پہنچنے کی اطلاع انہیں مل چکی تھی۔ اس پر وہ غیر معمولی طور پر مسرت کا اظہار کرتے رہے۔ رات کو بارہ بجے لیٹے اور تھوڑی دیر میں ہی دل کا شدید دورہ ہوا۔ گھر والوں نے اٹھ کر سنبھالا تو وہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ تسلی کے لئے ہسپتال لے جایا گیا معلوم ہوا کہ وہ پہلے ہی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر چکے ہیں ان للہ ما اخذہ و لہ ما اعطیٰ و کل عندہ باجل مسمیٰ۔

احقر کو تقریباً پونے ایک بجے کے قریب اطلاع ملی ہم سب اسی وقت مکرم و محترم جناب حافظ عبدالوحید صاحب شاد ام مجدہم کے ہمراہ ساہیوال کے لئے روانہ ہوئے۔

فجر کی نماز ہم نے سرگودھا ادا کی اور چھ بجے ساہیوال پہنچے۔ سب کو سوگوار پایا۔ بھائی صاحب کی زیارت کی یوں معلوم ہورہا تھا کہ اب وہ بڑے سکون میں ہیں۔ میں آج انہیں اسی جگہ لیٹے ہوئے دیکھ رہا تھا جس جگہ گیارہ سال قبل وفات کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے۔ دل پر جوگذر رہی تھی اس کا اظہار مشکل تھا۔ صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی زلات کو معاف فرمائیں اور ان کی مغفرت فرمادیں۔ آمین کافی دیر تک طبیعت نڈھال رہی۔ کئی گھنٹوں بعد طبیعت سنبھلی تو دوسروں کو صبر کی تلقین کی۔

جنازہ ظہر کے بعد تین بجے تھا۔ شہر، علاقہ اور باہر کے جن حضرات کو علم ہوا وہ بروقت پہنچ گئے اور سوا تین بجے ہائی اسکول کے گراؤنڈ میں ایک جم غفیر نے جس میں علماء کرام، طلباء اور عوام و خواص کی ایک کثیر تعداد تھی شرکت کی۔ جنازہ احقر نے پڑھایا۔ پھر قبرستان حقانیہ فروکہ روڈ میں تدفین ہوئی۔ احقر اپنے لیے اوران کے لیے انہی الفاظ میں دعا کررہا ہے جن الفاظ میں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور پنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا کی تھی رب اغفرلی ولاخی وادخلنافی رحمتك وانت ارحم الراحمین۔

برادرم مولانا سید عبدالصبور صاحب ترمذی مرحوم و مغفور کی پیدائش دسویں ذوالحجہ ۱۳٦۷ھ، ۱۴/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔ حضرت جد امجد مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالصبور نام تجویز فرمایا اور عقیقہ کیا۔ بعد میں تاریخی نام ''منظور العلم'' تجویز ہوا۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی میں جلسہ کیا اور عام شہریوں کی دعوت بھی کی۔

ابتدائی تعلیم جامعہ حقانیہ میں حاصل کی۔ شرح تہذیب نور الانوار وغیرہ حضرت

والد صاحب سے اور باقی کتب حضرت مولانا محمد یار خان صاحب سے پڑھیں۔ اور پھر مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی ۔ ۱۹۷۰ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت استاذ الکل مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف اور حضرت شیخ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف کا کچھ حصہ پڑھا۔ پھر دو سال بعد ۱۹۷۲ء میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں حضرت مولانا محمد شریف کشمیری اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھنے کا موقع ملا ۔ پھر اسی سال جامعہ مخزن العلوم خانپور میں حضرت درخواستی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی ۔ حضرت مولانا واحد بخش صاحب اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی ۔ دستار بندی حضرت مولانا عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانشین خانپور نے کی ۔

دورۂ تفسیر ۱۳۸۹ھ میں حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ رد فرق باطلہ کا دورہ کوٹ ادو، دار المبلغین میں حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم ،حضرت مولانا نور الحسن شاہ صاحب۔ ۔ ۔ اور حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ سے کیا۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ حقانیہ میں قرآن کریم کی تدریس کی پھر مختلف مدارس میں درس نظامی کی کتابیں ہدایہ وغیرہ پڑھائیں۔ ۱۹۷۶ء میں ایک سال قطبی ، ہدایہ تک جامعہ حقانیہ میں بھی پڑھایا۔ احقر نے اسی سال فارسی سال اول کی کتابیں ان سے پڑھیں۔

۱۹۷۸ء کے آخر میں ضلع گودھاچک نمبر ۳۴ جنوبی میں جامعہ فیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ درس وتدریس کے ساتھ امام و خطابت کے فرائض وہاں کئی سال تک سرانجام دئے۔ جبکہ طالب علمی کے زمانے میں تین سال تک جامع

مسجد حقانیہ کی امامت کی ذمہ داری بھی بحسن طریق انجام دی۔ اور کئی بار تراویح میں قرآن کریم بھی سنایا۔

۱۹۷۱ء میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھکر کے ایک دینی گھرانہ میں بھائی صاحب کی شادی کی۔ آپ کے سسر جناب سید عابد حسین عابد جلال آبادی نہایت دیندار اور بزرگ انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گوناں گوں اوصاف کے ساتھ تواضع اور انکساری کی دولت سے بھی مالامال فرمایا ہے۔ وہ بڑے متحمل مزاج، بردبار اور خلیق ہیں۔

بھائی صاحب مرحوم کو حق تعالیٰ نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں عطا کیں۔ سب نے دین کا علم حاصل کیا۔ بڑے دونوں بیٹے برخوردار عبدالبر، عبدالباری سلمہما قرآن کریم کے حافظ اور مدرس ہیں۔ جبکہ عبدالناصر سلمہ حافظ ہونے کے ساتھ جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل اور فقہ میں جامعہ حقانیہ کے متخصص ہیں۔ اس وقت جامعہ حقانیہ میں مدرس اور معین دارالافتاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صحت و عافیت کے ساتھ دین کی مقبول خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور بھائی صاحب مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

بھائی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد تعزیت کے لئے آنے والے حضرات جن میں علماء کرام، طلبہ، مختلف مکاتب فکر کے حضرات اور سیاسی زعماء شامل ہیں ہم پسماندگان کی تعزیت کے لئے تشریف لائے اور بعض نے بذریعہ فون تعزیت کی۔ ہم سب کے لئے دعاگو ہیں اور سب سے دعا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین۔

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

ایمان کے تکمیلی عناصر اور خاص شرائط و لوازم

عن العباس بن عبدالمطلب انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذاق طعم الايمان من رضى بالله رباو بالاسلام دينا وبمحمد رسولا (رواه مسلم)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھا اور اس کی لذت اسے ملی جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول اور ہادی ماننے پر دل سے راضی ہوگیا۔

تشریح

اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ جس طرح لذیذ اور ذائقہ دار مادی غذاؤں میں ایک لذت ہوتی ہے جس کو صرف وہی آدمی پاسکتا ہے جس کی قوت ذائقہ کسی بیماری کی وجہ سے ماؤف اور خراب نہ ہوئی ہو، اسی طرح ایمان میں ایک خاص لذت اور حلاوت ہے لیکن وہ ان ہی خوش قسمت لوگوں کو حاصل ہوسکتی ہے جنہوں نے پوری خوش دلی اور رضائے قلبی کے ساتھ اللہ کو اپنا مالک اور پروردگار، اور حضرت محمد ﷺ کو نبی ورسول اور اسلام کو اپنا دین اور زندگی کا دستور بنالیا ہو، اور اللہ کی بندگی، حضرت محمد (ﷺ) کی اطاعت ، اور طریقہ اسلام کی پیروی کو ان کے دل نے اپنالیا ہو، یعنی اللہ ورسول اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق محض رسمی اور موروثی یا محض عقلی اور دماغی نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ دلی گرویدگی ہو،

اسی کو حدیث میں رضا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کو یہ نصیب نہیں یقیناً ایمانی لذت وحلاوت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہیں اور اس کا ایمان کامل نہیں۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث من كن فيه وجد حلاوة الايمان ان يكون الله ورسوله احب اليه مماسواهماوان يحب المرءلايحبه الالله وان يكره ان يعود فى الكفر كمايكره ان يقذف فى النار۔(رواه البخاري ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایمان کی حلاوت اسی کو نصیب ہوگی جس میں تین باتیں پائی جائیں گی۔ ایک یہ کہ اللہ ورسول کی محبت اس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لئے ہو، اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی ہی نفرت اور ایسی اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔

تشریح

اس حدیث کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو اس سے پہلی والی حدیث کا تھا صرف تعبیر کا تھوڑا سا فرق ہے۔ اِس میں کہا گیا ہے کہ ایمان کی حلاوت اسی آدمی کو حاصل ہو سکتی ہے جو اللہ ورسول کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ ہر چیز سے زیادہ اس کو اللہ ورسول کی محبت ہو اور اس محبت کا اس کے دل پر ایسا قبضہ اور تسلط ہو کہ اگر کسی اور سے وہ محبت بھی کرے تو اللہ ہی کے لئے کرے، اور اللہ کا دین اسلام اس کو اتنا عزیز اور پیارا ہو کہ اس سے پھرنے اور اس کو چھوڑنے کا خیال اس کے لئے آگ میں گر جانے کے برابر تکلیف دہ ہو۔

(معارف الحدیث ص۱۳۴ ج ۱)

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح : مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

بڑھاپے اور ضعف کے ذکر پر فرمایا کہ مولانا رومی نے مثنوی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک معمر شخص طبیب کے پاس گئے اور ضعف بصر کی شکایت کی طبیب نے کہا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے، بڑے میاں نے ضعف معدہ کا ذکر کیا، طبیب نے کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے پھر ثقل سماعت و دردِ اعصاب کا تذکرہ کیا طبیب نے اپنے اسی سابق جواب کا اعادہ کر دیا غرض یہ بوڑھے جو شکایت بھی کرتے طبیب یہی کہہ دیتا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ حتیٰ کہ بڑے میاں کو غصہ آ گیا اور طبیب کے ایک دھول رسید کیا اور کہا بس تو نے یہی پڑھا ہے کہ جو مرض ہو وہ بڑھاپے ہی کہ وجہ سے ہے۔ طبیب نے ہنس کر کہا کہ بڑے میاں میں آپ کی اس حرکت سے کبیدہ نہیں ہوا، یہ حرکت بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔ واقعی یہ جو مشہور ہے کہ ''پیری وصد عیب'' بالکل درست ہے۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب میں یہ سنتا تھا کہ جوانی سے زندگانی جاتی رہتی ہے تو تعجب ہوا کرتا تھا مگر جب بڑھاپا آ گیا تو اس کی تصدیق ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ مقولہ بالکل درست ہے۔

کانگریسی حکومت کی بدنظمیوں کے سلسلہ میں فرمایا کہ انگریزوں کو مدت سے حکومت کرتے کرتے تحمل و مآل اندیشی کی عادت ہو گئی تھی وہ ہوش سے کام کرتے تھے اور چونکہ کانگریس کی حکومت نئی نئی ہے اس لئے جوش زائد ہے اور تشدد و سختی کر رہے ہیں، ان کی وہی حالت ہو رہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی واذا تولّٰی سعی فی

الارض لیفسد فیھاویھلك الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد (یعنی جب منافق کوحکومت مل جاتی ہے تواس دوڑدھوپ میں رہتا ہے کہ دنیامیں فساد برپا کرے اور زراعت اور مواشی کوہلاک کردے اوراللہ تعالیٰ فسادکی باتوں کوپسند نہیں فرماتے۔۱۲) تو لّٰی کے دو معنیٰ ہیں ایک پیٹھ پھیرنے کے۔دوسرے حاکم بننے کے ۔میں نے دوسرے ہی معنیٰ کے لحاظ سے تشبیہ دی ہے۔

فرمایاایک حدیث ہے مجھ کواس کے متن کے الفاظ اورسندکی تحقیق نہیں البتہ مضمون دوسری نصوص سے مؤید ہے غالباًالفاظ یہ ہیں اعمالکم عمالکم یا عمالکم اعمالکم یعنی اے مسلمانو!جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی حکام تم پرمقررکئے جائیں گے اگراعمال اچھے ہوں گے توحکام بھی اچھے ہوں گے اوراگر اعمال برے ہوں گے توحاکم بھی شریروظالم ہوں گے۔

فرمایاایک شخص نے مجھ سے کہابتائیے کفارمیں کونسی لیاقت اورکون سا ایسا استحقاق ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کومحروم کرکے ان کوحکومت عطاکی گئی ہے۔میں نے کہاہم مسلمان محروم تواپنی نالائقی اورنااہلی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اورکفار کو بلااستحقاق وبلاقابلیت دیدی گئی تاکہ ہم کوتنبیہ ہو،اورہم خواب غفلت سے بیدارہوں کہ جوچیزہمارے پاس ہوناچاہئے تھی وہ ہماری غفلت شعاریوں کے سبب دوسروں کے ہاتھ میں ہے، سوجب تک ہم اپنی حالت کوشرعی آئین کے ماتحت درست نہ کریں گے عنان حکومت بھی ہمارے ہاتھ میں نہ آئے گی۔اس کی مثال ایسی ہے بعض اوقات شاہان زمانہ اپنی اولاد کومعمولی اورکم درجہ کے ملازمین سے سزادلواتے ہیں توکیااس سے ان ملازمین کامحبوب ولائق ہونالازم آتا ہے۔ہرگزنہیں ہاں اولاد کانالائق ہوناضرورثابت ہوتا ہے۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ

کتاب المہند کے عقائد اکابر علماء دیوبند کی نظر میں

(قسط۲)

اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام میں کوتاہی

قرآن کریم کے مضامین میں سے تین مضامین کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، توحید، رسالت اور عقیدۂ قیامت، یہ قرآن کریم کے اہمات مسائل ہیں مگر اوپر کے نام میں صرف توحید ہی ذکر کیا گیا ہے دو اہم جزء بالکل ترک ہو گئے، گویا قرآن کریم میں توحید ہی کا ذکر آیا ہے اور سنت کے ساتھ توحید ہی کی اشاعت کافی ہے، نہ رسالت کی اشاعت کی ضرورت نہ قیامت کی، بھلا جس جماعت میں رسالت وقیامت کا ذکر نہ ہو وہ اسلامی عقیدوں کی اشاعت کی جماعت کہلائے جانے کی مستحق ہے؟ یہ ہے آپ کی الٹی منطق کا نتیجہ کہ جس چیز کو ذکر نہ کیا جائے اس کا انکار ہی سمجھ لینا چاہئے، جیسا کہ آپ نے المہند کے بارہ میں سمجھا۔

میاں الیاس کی کورچشمی

آپ نے کس قدر خداتعالیٰ سے نڈر ہو کر لکھ دیا کہ ''اصاغر دیوبندیوں نے حیات النبی ﷺ کا مسئلہ کھڑا کر کے، الخ'' (ص۴۹)

کیا یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اصاغر دیوبندیوں نے کھڑا کیا ہے، المہند میں لکھا ہوا نہیں؟ اور اس پر حضرت شیخ الہند اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہااللہ اکابر کی بحیثیت عقیدہ تصدیق ثبت نہیں ہے؟ کیا یہ حضرات اصاغر دیوبندی ہیں؟ کہیں تو سچ بولا کریں یا سچ نہ بولنے کی قسم کھائی ہوئی ہے، البتہ جن کے نزدیک حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہم اللہ وغیرہ کے مقابلہ

میں قاری محمد طیب صاحب اور مولانا محمد منظور نعمانی مرحوم اکابر علماء دیوبند میں شمار کئے جاتے ہوں ان سے اس بات کی شکایت نہیں کرنی چاہیئے کہ آپ نے ان اکابر دیوبند کو اصاغر کیوں لکھ دیا کیونکہ ان کے یہاں گنگا الٹی پہاڑ کی طرف ہی بہتی ہے۔ حضرت نانوتوی کے شاگرد حضرت شیخ الہند ہیں ان کے شاگرد حضرت علامہ انور شاہ صاحب ہیں ان کے شاگرد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور مولانا محمد منظور نعمانی مرحوم ہیں۔ یہ دونوں حضرات باعتبار تلمذ طبقہ رابعہ کے دیوبندیوں میں معدود ہوتے ہیں، محمد الیاس صاحب ان کو اکابر میں شمار کر رہے ہیں۔ (دیکھو ص۴۹)

بے چارے میاں محمد الیاس صاحب نے آنکھیں بند کر کے لکھ دیا اصاغر دیوبندیوں نے حیات النبی ﷺ کا مسئلہ کھڑا کر کے اپنا رانجھا راضی کر لیا، اپنی جگہ بھی بنالی۔۔۔۔ مگر اس سے اسلام، دعوت توحید تحریک دیوبند کو زبردست نقصان ہوا'' الخ (ص۴۹) گویا اصاغر دیوبندیوں نے مسئلہ اس لئے کھڑا کیا تھا کہ ان کی جگہ بن جائے یہ دوسرے علماء کی طرف کس درجہ سوء ظنی ہے اور ''ان بعض الظن اثم'' میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے وہ ہر مسلمان پر عیاں ہے الا میاں محمد الیاس مذکور کہ وہ محروم ہیں۔ دارالعلوم کراچی، خیرالمدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور یہ سب مدرسے پہلے سے ہی قائم تھے، انہی میں خیرالمدارس کے سالانہ جلسہ پر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے مجمع کی کثرت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور اس عقیدہ کو از سر نو بیان کیا پھر یہ عقیدہ ان کے گلے میں اٹک گیا نہ اگل سکتے ہیں نہ نگل سکتے تھے اس لئے سب نے حتیٰ کہ ان کی اپنی جماعت اشاعۃ التوحید والسنہ نے بھی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور ''رجوع الی الحق'' جس میں ان کی طرف سماع موتیٰ کے مسئلہ کو شرک قرار دینا منسوب کیا گیا ہے، اس سے سب نے ہی قریباً اختلاف کیا کسی نے برملا، کسی نے خفیہ، اور کسی نے تقیۃً اتفاق کا اظہار کیا۔

اب غور فرمائیے کہ بیان کرنے والے شاہ صاحب اور اس کے مضمرات و نقصانات کے اصاغر دیوبند ذمہ دار۔ یہ انصاف کی نئی قسم اشاعۃ التوحید نے دریافت کی ہے۔

اگر یہ نسبت صحیح ہے کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے حضرت علامہ انور شاہ صاحب، اور مفتی مہدی حسن صاحب سے ڈابھیل میں پڑھا ہے تو شاہ صاحب طبقہ رابعہ کے دیوبندیوں میں شمار ہو سکتے تھے، اسی طرح مولانا غلام اللہ صاحب بھی، ان دونوں نے دارالعلوم دیوبند میں نہیں پڑھا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے اسلام جو صرف توحید و سنت میں بند ہے اس کو نقصان ہوا ہو اصلی اسلام توحید و رسالت اور قیامت اور ضروریات دین کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ بحمداللہ جگہ جگہ صحیح دیوبندی مکتب فکر کے مدارس اور مساجد قائم ہیں اور صحیح اسلام اور توحید و رسالت اور کتاب و سنت کی تعلیم و تبلیغ ہو رہی ہے اور آپ کی مزعومہ توحید آپ کی جمعیت کے ساتھ ہی خاص ہو کر رہ گئی ہے اور ایک نیا پتھری فرقہ قرار پایا۔

گھٹیا سوچ

آپ ایسی گھٹیا باتوں اور طعنوں پر اتر آئے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ذاتی تنقیص سے اپنے دفاع پر مجبور ہو گئے اور بڑے بڑے علماء پر اس عقیدہ کے تحفظ کرنے کی وجہ سے طعن کرنے لگے کہ ''اپنا رانجھا راضی کر لیا اور اپنی جگہ بنالی''

آپ کو معلوم ہونا چاہئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تو استاذ العلماء ہونے کے ساتھ حضرت حکیم الامت کے خلیفہ ارشد تھے، اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری کو بھی فاضل دارالعلوم دیوبند ہونے اور حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شاگردی کی سعادت حاصل تھی، پھر فراغت کے بعد برسہا برس تک تعلیم کتاب و سنت کا شرف بھی ان کو حاصل رہا

ہے ،وہ عام مقررین کی طرح مقرر نہیں تھے ،اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے تو تعلیمی خدمت انجام دی ہی نہیں البتہ مولانا غلام اللہ صاحب نے تعلیمی خدمات انجام دی ہیں پھر انہوں نے ایسی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا کہ بھیرہ کی جامع مسجد کے مدرسہ میں بھی تعلیمی خدمات انجام دیں ، شاید اس وقت نذرونیاز غیر اللہ کے بکرے چھترے وہاں نہ آتے ہوں گے یا اس وقت ان کے عقائد مشرکانہ نہ ہوں گے ؟ مگر تنخواہ تو بہرحال اسی قسم کے چندہ دینے والوں کی رقم سے ملتی ہوگی جن پر آج مشرک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے ، واللہ اعلم ۔ پھر بعد میں راولپنڈی کی مسجد قلعہ میں علمی خدمات کے ساتھ اسکول میں بھی پڑھاتے رہے ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ ''اپنا را نجھا مناتے اور اپنی جگہ بناتے رہے'' ۔ شاید آپ زیادہ واقف ہوں گے کہ پاکستان کے بعد راجہ بازار میں جگہ بن گئی اور ایک عالی شان مسجد اور مدرسہ تعمیر ہوا یہ انہیں دیوبندی افراد کی امداد کا نتیجہ ہے جن کو آج دوسرے درجہ کے مشرک کہا جارہا ہے ، یہ ہے احسان شناسی ۔

پھر یہ خیال مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں کیا جاتا جنہوں نے نجی محفل کی بات کا ظاہر علانیہ مجمع میں اعلان کیا ، یہ خدا نے خیر کی کہ عین تقریر میں ہنگامہ نہیں ہوا ، یہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی تربیت اور ان کے حسن اخلاق کا نتیجہ تھا جو جلسہ کنٹرول میں رہا ورنہ ایسے موقع پر جلسہ کنٹرول سے باہر ہوسکتا تھا ، اس جلسہ کے بعد ملتان کی ایک مسجد کو خاص اسی عقیدہ کے لئے مرکز بنائے رکھا ، اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب پر طعن کرتے رہے شاہ صاحب کو اس اختلاف و نزاع کا ذمہ دار قرار دینے کی بجائے مولانا محمد علی صاحب مرحوم جنہوں نے اکابر علماء دیوبند کے عقیدہ کی حمایت میں تقریروں و تحریروں سے عام لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچانے کی کوشش کی ان کو کہا جارہا ہے کہ یہ اپنی جگہ بنانے کے لئے کیا گیا ، تو پھر حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت

حکیم الامت تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی ''المہند'' میں یہ عقیدے آپ کے کہنے کے مطابق اپنی جگہ بنانے کے لئے ہی لکھ دیئے ہوں گےاستغفر اللہ العلی العظیم ۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پنجاب کا مسئلہ نہیں

کبھی اس کو احراریوں کا، کبھی پنجابیوں کا اختلاف قرار دیا جاتا ہے۔ کیا ''المہند'' کے لکھنے والے اور اس پر اپنا اعتقاد بتلانے والے احراری تھے یا پنجابی ؟ یہ ٹھیک ہے کہ اس کا تذکرہ پہلے پنجاب میں علانیہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ کی تقریر سے ہوا مگر اس سے یہ عقیدہ پنجابی یا احراری کیسے بن گیا؟ یہ ہمارے سب اکابر کا عقیدہ ہے بلکہ ان سے بھی پہلے علامہ سیوطی اور علامہ سبکی بلکہ ان سے بھی پہلے علامہ قشیری کے اس پر رسائل لکھے ہوئے ہیں اور علامہ بیہقی نے احادیث پر مشتمل رسالہ بنام ''حیاۃ الانبیاء'' تحریر فرمایا ہوا ہے کیا یہ سب احراری پنجابی تھے ؟اس طرح جس دور میں ضرورت واقع ہوتی رہی اس میں علماء اہل سنت اس عقیدہ کی خدمت کرتے رہے ،اب اس زمانہ میں اس عقیدہ کے خلاف منظم طور پر کام ہو رہا ہے، تحریر و تقریر سے اس کو رد کیا جا رہا ہے اس لئے یہاں کے علماء اہل سنت نے بھی ان لوگوں کا تعاقب تحریر و تقریر کے ذریعہ کرنا عقیدہ کی حفاظت کے لئے ضروری سمجھا۔ اب اس کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے احراری پنجابی کی تعبیریں غلط بلکہ گمراہ کن ہو سکتی ہیں ، یہ عقیدہ اجماعی ہے سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ، سب کے ذمہ اس کی حفاظت ضروری ہے ،جو حضرات حفاظت کر رہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی اور تائید کرنی چاہئے نہ کہ پنجابی ،احراری کا مسئلہ بنا کر حوصلہ شکنی کرنی ۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے اور ''دیوبندیت ''کوئی نیا فرقہ اور مسلک نہیں ہے ،اہل سنت والجماعت کے عقائد کا نام ہی ''دیوبندیت'' ہے جو ''دیوبندیت '' سے خارج ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا ارشاد

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ ''مسئلہ مذکورۃ الصدر کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے کہ صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں سلف اور جمہور اہل سنت والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیوبندیت ہے، جو عقیدہ جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہے'' ۱۴/ ۴/ ۷۸ (ماہنامہ الصدیق ملتان ماہ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ مفصل ہے اس کا یہ ایک اقتباس نقل کیا گیا ہے، اس فتویٰ سے واضح ہو رہا ہے کہ محل نزاع کیا ہے۔ محل نزاع یہ ہے کہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والے صرف ''حیات روحانی'' کے قائل ہیں جو جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور حسب تصریح حضرت مفتی صاحب جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ ''آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے، بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں'' (الصدیق مذکور)

اب میاں محمد الیاس صاحب نے تو کیا سمجھا ہو گا مگر دوسرے ناظرین کرام نے سمجھ لیا ہو گا کہ یہ عقیدہ احرار کا اور پنجاب ہی کا نہیں ہے۔

میاں الیاس کی کج فہمی

اور اختلاف کی نوعیت یہ نہیں جو میاں محمد الیاس صاحب نے لکھی ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ دوں فریق ''حیات دنیوی'' (میرے خیال میں ''نبوی'' کی جگہ ''دنیوی'' لکھا گیا۔ ش) کو دونوں مانتے ہیں، ایک گروہ کا اصرار ہے کہ حیات دنیویہ ہے، دوسرا اخرویہ کا قائل ہے'' (ص ۴۹)

گفتگو عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے اس میں ہو رہی ہے ،جمعیت اشاعۃ والے صرف حیات روحانی کے قائل ہیں اور جمہور امت کا عقیدہ برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہونے کا ہے ۔ برزخ کا حیات کے ساتھ ظرفیت کا تعلق ہے نوعیت کا نہیں کہ کوئی نوع حیات کی برزخی ہوتی ہے اگر اس طرح کہا جاتا ہے تو علاقہ ظرفیت کی وجہ سے کہا جاتا ہے ،مگر یہ علمی مضامین تو اللہ تعالیٰ نے علماء دیوبند کے حصہ میں رکھے ہیں ، محمد الیاس جیسے لوگوں کی سمجھ میں کب آسکتے ہیں۔ مگر خیر دوسرے ناظرین کو تو فائدہ ہو جائے گا اس لئے یہ فرق لکھ دیا گیا ہے۔ میاں محمد الیاس صاحب کو تو محل نزاع ہی کا پتہ نہیں نہ ان کے بس کی یہ بات ہے وہ خواہ مخواہ اس علمی بحث میں داخل ہو کر رسوا ہو رہے ہیں۔

میاں محمد الیاس کے نزدیک تو حیات یا ''دنیویہ'' ہوتی ہے یا ''اخرویہ'' ایک فریق کو عالم برزخ کی حیات کے بارہ میں ''دنیویہ'' کا اور دوسرے کو ''اخرویہ'' کا قائل قرار دے کر عالم برزخ کی حیات سے دست بردار ہو گئے گویا ان کے نزدیک عالم برزخ میں حیات ہوتی ہی نہیں۔

میاں محمد الیاس صاحب نے ''دنیویہ'' کے مقابلہ میں ''اخرویہ'' کا ذکر کر کے ''دنیویہ'' کے بارہ میں جو آیات اس کی مذمت کی آئی ہیں ان کا ذکر کرنا شروع کر دیا، گویا آپ کے نزدیک دوسروں نے قرآن کریم پڑھا ہی نہیں۔ اس اللہ کے بندے سے کوئی پوچھے یہ آیات کریمات کیا اس ''حیات دنیویہ'' کے بارہ میں آئی ہیں جو وفات کے بعد عالم برزخ میں حاصل ہوئی ہے یا اس حیات دنیویہ کے بارہ میں آئی ہیں جو وفات سے پہلے اس عالم دنیا میں حاصل ہوتی ہے ،اور یہ حیات تو آنحضرت ﷺ کو بھی یقیناً حاصل ہوئی ہے۔ تو کیا آنحضرت ﷺ کی عالم دنیا میں حاصل ہونے والی حیات ان ذکر کردہ آیات کا مصداق ہوں گی ؟ استغفر اللہ۔ یہ قرآن دانی کا دعویٰ ،تو

گرتو قرآن بدیں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

ایسے ہی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔

پھر یہ تو فرمائیے کو للآخرۃ خیرلك من الاولی (اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے) میں فرمایا گیا ہے آپ ﷺ کی آخری حالت پہلی سے بہتر ہے، تو پھر عالم برزخ کی حیات دنیویہ عالم دنیا کی حیات سے بہتر کیوں نہ ہوگی؟ اولسوف یعطیك ربك فترضٰی کے ترجمہ میں ''تجھے وہ آخر دے گا'' کا اضافہ کر دیا گیا۔ اوبل تؤثرون الحیاۃ الدنیا الایۃ۔ میں دنیا کی مذمت بیان کی گئی ہے یا آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی برائی بیان کی گئی ہے؟

''المہند اور اکابر دیوبند''

میاں محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں ''اکابر علماء دیوبند مثلاً قاری طیب صاحب اور مولانا منظور احمد نعمانی مرحوم کی واضح تصریحات کے باوجود اصاغر کو تب بھی اصرار تھا اور اب بھی ہے کہ دیوبندیت ''المہند'' ہی کا نام ہے'' (ص۴۹)

دیوبندیت کو اسی ''المہند'' میں کسی نے منحصر نہیں کیا۔ یہ کس نے لکھا ہے کہ دیوبندیت ''المہند'' ہی کا نام ہے؟ البتہ یہ سب اکابر نے لکھا ہے کہ ''المہند'' کے درج شدہ عقائد دیوبندیت کے عقائد ہیں۔ میاں صاحب کو حضرت قاری محمد طیب اور مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ تو اکابر علماء دیوبند میں نظر آرہے ہیں جو چوتھے درجہ کے علماء میں سے ہیں، یہ ہمارے اکابر ہیں مگر میاں صاحب کو ان کے اکابر حضرت شیخ الہند وغیرہ اکابر علماء دیوبند میں نظر نہیں آتے۔ یہ اصاغر کو اصرار ہے کہ ''المہند'' میں اکابر کے عقائد درج ہیں یا اکابر کے المہند کے درج شدہ عقائد کو اپنے اور اپنے اکابر کے عقائد لکھا ہے۔

یہ بھی لکھ رہے ہو کہ ''اس سے پیغمبر ﷺ کی توہین ہو رہی ہے'' (ص۴۹) گویا

تمام اکابر دیوبند نے ''المہند'' میں پیغمبر ﷺ کی توہین کی ہے اور میاں محمد الیاس کے نزدیک ''مولانا حسین علی کے تلامذہ پر انکاری حیات النبی ﷺ کا تو محض الزام ہے'' الخ (ص ۴۹) اور بریلوی کیا کہتے ہیں؟ وہ بھی تو یہی الزام لگاتے ہیں کہ دیوبندی پیغمبروں کی توہین کرتے ہیں اگر یہ محض الزام ہے تو ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' سے یہ لکھوا دیجئے کہ ''حضور ﷺ کے جسد عنصری دنیوی میں بسبب تعلق روح اطہر حیات ہے اور اسی تعلق روح بالجسد العنصری کی وجہ سے عند القبر سماع صلاۃ و سلام علی الدوام حاصل ہے''۔ جیسا کہ راولپنڈی میں لکھوایا گیا تھا اور اس پر اس وقت کے صدر اور ناظم اعلیٰ نے دستخط کر دیئے تھے مگر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے دستخط نہیں کئے تھے اگر ''مولانا حسین علی صاحب کے تلامذہ پر یہ محض الزام ہے'' تو راولپنڈی کے سمجھوتے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس پر دستخط کیوں نہیں کئے تھے؟ اور صدر اور ناظم دستخط کر کے آنحضرت ﷺ کی توہین کے کیوں مرتکب ہوئے تھے؟ بلکہ تمام شاخوں کو اس کے ارتکاب کی قرارداد کیوں منظور کی تھی؟ تفصیل ہماری کتاب ''حیات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام'' میں دیکھیں۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ کی توثیق

۲۲/ جولائی ۱۹۶۲ء کو جو جمعیت اشاعۃ التوحید کا خصوصی اجتماع حضرت مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو منعقد ہوا، اس میں بھی مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ کے زیر عنوان اس سمجھوتے کی توثیق اور اس سے متعلق درج ذیل الفاظ میں قرارداد منظور کی گئی:

'' (۳) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز توڑا نہ جائے''۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا قاضی شمس الدین مرحوم کے دو مکتوب

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم اپنے ایک مکتوب بنام مولانا محمد علی ارقام فرماتے ہیں:

''آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری عام جماعت مسئلہ حیات النبی ﷺ میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس جہاں سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں، جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح سالم محفوظ ہے، روح کا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ ﷺ قبر کے نزدیک سے صلاۃ و سلام سنتے ہیں، گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے جیسا کہ علماء اہل سنت والجماعت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ تو اب ہماری جماعت سے آپ کو کیا اختلاف باقی رہا؟ ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے حیات روحانی کے قائل ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی پاور نہیں کہ ان کو اپنا ہم مسلک بنا سکیں، ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بناء پر قائم ہیں وہ ٹوٹ نہیں سکتے''۔ (از قلمی فائل)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس آنحضرت ﷺ کی سماع کے (جیسا کہ حضرت گنگوہی اور شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے) قائل ہیں''۔

(از فائل مولانا محمد علی مرحوم)

حضرت قاضی شمس الدین صاحب مرحوم کے خطوط سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ ''وہ روضہ اقدس ﷺ میں جسد اطہر کے ساتھ روح مبارک کا غیر مدرک بالکنہ تعلق

بھی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو زندہ بھی مانتے ہیں ، اور آپ ﷺ کی قبر کے نزدیک سے صلاۃ وسلام سننے کے بھی قائل ہیں ، مگر ان کی جماعت کے بعض حضرات ''حیات روحانی'' کے قائل ہیں وہ ان کو اپنا ہم مسلک بنانے کی قوت نہیں پاتے اس سے خود کو عاجز پاتے ہیں''۔ اس تحریر سے محل نزاع بھی متعین ہو رہا ہے کہ ایک گروہ قبر مبارک میں جسد مبارک کی حیات کا بہ تعلق روح قائل ہے ، دوسرا گروہ روحانی حیات کا۔

میاں محمد الیاس صاحب نے ایک گروہ کو دنیوی حیات کا دوسرے کو اخروی حیات کا قائل قرار دیا ہے ، یہ غلط ہے وہ سمجھے ہی نہیں کہ اختلاف کس چیز میں ہے اور محاکمہ کرنے بیٹھ گئے ، اور مولانا حسین علی مرحوم کے تلامذہ پر حیات النبی ﷺ کے انکار کو محض الزام قرار دینے لگے ، قاضی شمس الدین صاحب مرحوم کی تحریر سے معلوم ہو گیا کہ ان میں سے بعض حضرات صرف روحانی حیات کے قائل ہیں اور قاضی صاحب مرحوم ان سے متفق نہیں۔

قاضی صاحب مرحوم تو گھر کے بھیدی تھے ان کو حقیقت حال کا علم تھا یہ ان حضرات پر الزام نہیں تھا حقیقت کا اظہار تھا۔ کیا قاضی صاحب موصوف بھی محض الزام لگا رہے تھے ؟

عقیدہ حیات النبی ﷺ کو شرک قرار دینا

حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ عند قبر النبی ﷺ کی جو حقیقت حضرت قاضی شمس الدین مرحوم اور حضرت قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا غلام اللہ صاحب کے معاہدہ راولپنڈی سے واضح ہو رہی ہے وہ وہی ہے جس پر ہمارے اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے اور ''المہند'' میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے ، اور ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' نے بھی اپنی قرارداد میں اس پر مہر تصدیق ثبت کر کے اپنی تمام شاخوں کو

اس کی پابندی کا حکم کردیا تھا۔ مگر اب اسی مسئلہ سماع موتیٰ کو مطلقاً (جس پر پوری جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے مہر تصدیق ثبت کی تھی) شرک قرار دیدیا گیا، چنانچہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے بارہ میں رسالہ ''نغمہ توحید، بابت ماہ مئی ۱۹۹۵ء ص ۱۶'' پر لکھا ہے کہ:

''میں نے عرض کیا حضرت سماع موتیٰ کے باب میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ حضرت شاہ جی نے فرمایا سماع موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف اور صریح شرک ہے، اور سماع موتیٰ کے عقیدہ کو میں ہی شرک نہیں کہتا، قرآن کریم میں خود اللہ کریم نے اسے شرک سے ہی تعبیر کیا ہے کہ جن کے بارہ میں تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہماری پکاریں، دعائیں، درخواستیں، سنتے ہیں قیامت کے دن وہ خود تمہارے اس شرک کی تردید کریں گے۔ فرمایا ان تدعوهم لايسمعوا دعائكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم ويوم القيامه يكفرون بشرككم ولاينبئك مثل خبير (سورۃ فاطر ۱۴)
اگر تم پکاروگے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر بالفرض سن لیں تمہارا کام نہیں کرسکتے اور قیامت کے دن تمہارے شریک ٹھہرانے کے منکر ہوں گے اور تجھے (اللہ) خبیر جیسی خبر کوئی نہ دے گا'' (ص ۱۶)

افسوس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ''قرآن کے خلاف اور صریح شرک'' کے عقیدہ کے سمجھنے میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی اپنی تمام عمر لگ گئی، مولانا قاضی شمس الدین، قاضی نور محمد، مولانا غلام اللہ خان وغیرہ نے پوری جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کو شرکیہ عقیدہ کی تلقین کی اور سماع انبیاء کو تسلیم کرکے شرکیہ عقیدہ پر وفات پائی، خیر وہ اپنی منزل مقصود ''صریح شرک'' تک قرآن کریم کے ذریعہ پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور بھی کئی آیات اسی مضمون کی شاہ صاحب موصوف نے تلاوت فرمائی ہیں (نغمہ توحید) (جاری)

مولانا انیس احمد مظاہری

غیبت ایک گناہ اور اس سے بچنے کا طریقہ (آخری قسط)

عبرت ناک خواب

حضرت ربعی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک تابعی ہیں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا، دوران گفتگو غیبت شروع ہوگئی مجھے یہ بہت ناگوار ہوا، اور میں اٹھ کر گھر چلا گیا تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ غیبت کا موضوع ختم ہوگیا ہوگا، چنانچہ واپس آ کر بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر مختلف باتیں ہوتی رہیں ،اس کے بعد غیبت کا سلسلہ شروع ہوگیا اب میری ہمت کمزور پڑگئی اور میں اٹھ کر نہ جاسکا۔

ان لوگوں کی غیبت پہلے تو میں سنتا رہا اور پھر میں نے بھی غیبت میں ایک دو جملے کہہ دئے۔ جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر آ گیا اور رات کو سویا تو خواب دیکھا ''انتہائی سیاہ فام (حبشی) آدمی ایک بڑے طشت میں میرے پاس گوشت لایا غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو خنزیر کا گوشت ہے اور وہ سیاہ فام آدمی مجھے یہ گوشت کھانے کو کہہ رہا ہے کہ کھاؤ یہ خنزیر کا گوشت ، میں نے کہا کہ میں تو مسلمان آدمی ہوں ، یہ گوشت ناپاک حرام ہے کیسے کھاؤں؟ اس نے کہا کہ تمہیں کھانا پڑے گا اور وہ ٹکڑے اٹھا اٹھا کر زبردستی میرے منہ میں ٹھونسنے شروع کر دئے میں منع کر رہا ہوں اور وہ ٹھونس رہا ہے اسی شدید اذیت و تکلیف میں آنکھ کھل گئی۔ بیدار ہونے کے بعد سے تیس دن تک میرا یہ حال رہا کہ جب بھی کھانے کے وقت کھانا کھاتا تو خنزیر کے گوشت کا بدترین بدبودار خراب وہی ذائقہ جو خواب میں کھاتے ہوئے محسوس ہوا تھا میرے کھانے میں شامل ہوجاتا اس واقعہ ،خواب کے ذریعہ اللہ کریم

نے مجھے متنبہ کردیا کہ ذراسی دیر جو میں نے غیبت کی تھی اس کا یہ ثمر ہے کہ تیس دن تک براذائقہ برداشت کرناپڑا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے ،آمین۔

غیبت کا تعلق اللہ جل شانہ کی نافرمانی کے ساتھ اللہ کے بندوں کی حق تلفی کے ساتھ بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اور نبی کریم ﷺ نے بہت ہی سخت الفاظ کے ذریعہ اس کی حرمت کو بیان فرمایا ہے ، یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مرد وعورت ،امیروغریب ،مالک ،مزدور ،استادوشاگرد ،والدین ،میاں بیوی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح ہاتھ،آنکھ کے اشاروں سے بھی ہوتی ہے۔ غیبت کا دنیامیں بدترین اثر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قلوب میں دوریاں پیدا ہوجاتی ہیں اللہ کی رحمت سے محرومی ہوجاتی ہے۔آپس کی محبتیں ختم ہوجاتی ہیں ،اور دیگر کئی گناہ وجود میں آتے ہیں ہم کو اس طرف بہت ہی توجہ کرنی چاہئے کہ ابتلاء عام ہے۔ اس طرف بھی توجہ کریں کہ ماتحتوں ،ملازمین ،گھر میں کام کرنے والیوں کی کوتاہی پر برا بھلا کہنے کے بجائے دعائیہ جملے کہہ دیا کریں۔ مثلاًتم کو اللہ ہدایت دیں۔ اللہ تمہیں جنت میں لے جائے ، اللہ تم کو نیک بخت کرے۔

غیبت کا کفارہ

ہم مسلمانوں کو کسی بھی حال میں ناامید نہیں ہوناچاہئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو رحمۃ للعالمین ،ایمان والوں پرانتہائی مہربان بنایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام گناہوں سے بچنے ، بالخصوص غیبت سے چھٹکاراپانے اور تلافی کا طریقہ بھی اپنی امت کو تعلیم فرمایا۔

(ا)مندرجہ ذیل دعاخوب اہتمام سے اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے :

اللهم انی اتخذعندك عهدلن تخلفنيه فانماانابشرفايمارجل

مؤمن أذيته اوشتمته اولعنته اوجلدته اوضربته اوغبته اوظننته سوء فاجعلهاله صلاة وزكاة تقربه بهااليك ۔

(ب) ہر مجلس کے اختتام پر مجلس کے کفارہ والی دعا اہتمام سے پڑھی جائے:

سبحانك اللهم وبحمدك نشهدان لااله الاانت نستغفرك ونتوب اليك دوسری دعا سبحان ربك رب العزة عمايصفون وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين

(ج) جس مسلمان کی غیبت کی ہو اس سے معافی مانگی جائے۔ اگر معافی مانگنا ممکن نہ ہو تو خوب ایصال ثواب کیا جائے۔

(د) خود غیبت سے بچنے کی کوشش کریں کہ ہر مجلس کے بعد چند لمحوں کے لئے سوچیں کہ غیبت تو نہیں ہوئی۔

(ھ) کوئی غیبت کر رہا ہو تو پیار، محبت سے اس کو منع کریں یا خود مجلس سے اٹھ کر چلے جائیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: والذی نفسی بیدہ لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ ۔ تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک تم اپنے بھائی (دوسرے مسلمان) کے لئے وہی پسند نہ کرو جو تم اپنے لئے کرتے ہو۔

جب ہم اپنے لئے پسند نہیں کرتے کہ کوئی ہماری غیبت کرے تو ہم بھی دوسرے کی غیبت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس بلاء (گناہ) سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں دوستوں (مخلصین قارئین) کی دعا سے مجھ ناکارہ وسیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ بندہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہے۔

ربناتقبل مناانك انت السميع العليم وتب عليناانك انت التواب الرحيم

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری

رشوت کی گرم بازاری

قرآن مجید میں جگہ جگہ کسب حلال کا حکم دیا ہے اور آپس کے اموال کو غلط طریقہ پر کھانے سے بہت سختی کے ساتھ روکا ہے۔ سورۃ النساء (رکوع۵) میں ارشاد ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل یعنی آپس میں اپنے اموال کو باطل طریقہ پر مت کھاؤ۔ باطل طریقہ پر کھانے کی کئی صورتیں ہیں جن میں سے ایک طریقہ رشوت خوری کا بھی ہے۔

رشوت کا لین دین انسانی معاشرہ کے لئے گھن کی حیثیت رکھتا ہے ایک مجبور اور بے کس انسان اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے رشوت دینے کو تیار ہوجاتا ہے اور رشوت لینے والا اسے شیرمادر (ماں کا دودھ) کی طرح ہضم کرجاتا ہے۔ رشوت خور کو غور کرنا چاہئے کہ اگر میں اس بے کس کی جگہ ہوتا اور مجھ سے رشوت طلب کی جاتی تو میرے نفس پر کس قدر شاق گزرتا جو حال میرا ہوتا وہی اس عاجز و بے کس کا حال ہے ضرورت مندکی بے بسی سے فائدہ اٹھانا شرافت انسانی کے خلاف ہے اور جذبات ایمانی کے بھی منافی ہے، سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے الا لا یحل مال امرئٍ الا بطیب نفس منه (خبردار کسی کا مال اس کے نفس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے) رواہ البیہقی۔

ایک شخص کسی منصب پر فائز ہے اسے بحیثیت اپنے عہدہ کے عوام وخواص کے کام انجام دینا چاہئیں۔ ایک شخص اپنی حاجت لے کر گیا اس کا کام محکمہ کے سپرد کردہ ذمہ داری کی وجہ سے کرنا تھا لیکن صاحب منصب نے اس سے قلیل یا کثیر کچھ رقم لے کر اس کا کام کیا اور تنخواہ اپنے محکمہ سے وصول کرلی یہ رشوت کی ایک صورت ہے اس میں

جہاں اپنے ایک بھائی کا مال بے جا طریقہ پر حاصل کیا وہاں محکمہ کی بھی خلاف ورزی کی ، مال حرام ملا، اللہ کے نزدیک سخت گنہ گار ہوا، اور بندوں کے نزدیک مطعون ومذموم ہوا۔

جب رشوت کا سلسلہ چلتا ہے تو اپنے محکمہ کی خیانت بھی کرنی پڑتی ہے کیونکہ محکمہ کے جن قواعد وضوابط کے مطابق کام کرنا تھا، پیسہ لینے کی وجہ سے ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کی صلاحیت ایسی نہیں ہے کہ اسے اپنے ماتحت اسٹاف میں جگہ دی جائے مگر رقم کے سامنے نظر نیچی ہوجاتی ہے ،حریص نفس مال کو دیکھتا ہے، اصولوں کو پس پشت ڈالنے پر آمادہ کرتا ہے ۔ بالآخر نااہل کو ملازمت دی جاتی ہے اور صلاحیت والے محروم ہوجاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے محکمہ کا کام بھی خراب ہوتا ہے اور یہ رشوت خور جس نے نااہل کا تقرر کیا نہ صرف اپنے محکمہ کا بلکہ پورے ملک وملت کا خائن ہوا۔ شریعت اسلامیہ میں رشوت لینا اور دینا بلکہ لینے والے اور دینے والے کا واسطہ بننا سخت ترین جرم ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

لعن الله الراشي والمرتشي والرائش يعني الذي يمشي بينهما

(رواہ البیہقی)اللہ کی رحمت سے دور ہے جو رشوت دے اور رشوت لے اور اس پر جو واسطہ بن کر ان کے درمیان آنا جانا کرے۔

جو رشوت دیتا ہے وہ بھی اس لئے مجرم ہے کہ رشوت کے ذریعہ وہ ناحق کا حق دار بن جاتا ہے اور اصول وقواعد کے مطابق جو مال یا کسی طرح کا حق کسی واقعی حق دار کو پہنچتا ہے اس کو محروم کر دینے کا ذریعہ بنتا ہے اور یہ ظلم کی ایک قسم ہے۔

جس شخص سے رشوت طلب کی جائے وہ رشوت دے کر رشوت لینے والے کا معین بن جاتا ہے اور اپنی غرض کی وجہ سے دب جاتا ہے جب معاشرہ میں اس کا رواج ہوجائے تو اس کی قومی اور اجتماعی سزا دی جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے مامن قوم یظھر فیہ الرشا الا اخذوا بالرعب یعنی جس قوم میں رشوت کا رواج ہوجائے اس کی گرفت رعب کے ذریعہ کی جاتی ہے (رواہ احمد) مطلب یہ ہے رشوت کی وجہ سے فطری اور تکوینی طور پر قلوب میں مرعوبیت کی شان پیدا ہوجاتی ہے ، نہ حق کہہ سکتے ہیں اور نہ حق کا بول بالا کرسکتے ہیں ان کو دشمنوں کا خوف کھاجاتا ہے ، شجاعت و دلیری کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں ۔

بہت سے رشوت خور یہ سمجھتے ہیں کہ رشوت دینے والا خوشی سے دیتا ہے ، ہم ڈنڈا مار کر وصول نہیں کرتے لہذا یہ عطیہ ہوا ، رشوت نہ ہوئی ۔ ایسا خیال کرنا سخت غلطی ہے اور بہت بڑی خود فریبی ہے جب کہ کسی شخص کو یقین ہوجائے کہ جس شخص سے کام متعلق ہے کچھ لئے بغیر یہ میرا کام نہ کرے گا یا تاخیر کرے گا یا زیادہ دن دوڑائے گا تو اس مصیبت سے بچنے کے لئے وہ رشوت دینے کے لئے راضی ہوجائے گا ، یہ دل کی رضامندی نہیں ہے اور شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔

بہت سے لوگ بیوی کا مہر نہیں دیتے اور اس سے معاف کرالیتے ہیں وہ یہ سمجھ کر کہ ملنا تو ہے ہی نہیں جھوٹے منہ سے اوپر کے دل سے معاف کردیتی ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا (سو اگر تمہاری بیویاں نفس کی خوشی کے ساتھ اپنے مہر سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے مبارک سمجھتے ہوئے کھالیں) دیکھو لفظ " نفسا " کا اضافہ فرمایا ، زبان سے معاف کردینے کا اعتبار نہیں ، یہی بات آپس کے تعلقات اور ایک دوسرے کا مال کھانے میں ذہن نشین رکھنا چاہئے ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے لا یاخذ احدکم عصا اخیہ لاعباً جاداً فمن اخذ عصا اخیہ فلیردھا الیہ (تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی عصا (لاٹھی) اس انداز میں نہ لے کہ ظاہر میں مذاق ہے اور حقیقت میں واقعی قبضہ کرنے

کی نیت ہے، جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے اس کو واپس کردے (رواہ الترمذی)
اس حدیث میں بھی وہی نصیحت فرمائی ہے کہ کسی کا مال اگرچہ حقیر ہو اس کے نفس کی خوشی کے بغیر نہ لے عصا کو بطور مثال ذکر فرمایا، بہرحال تھوڑا یا زیادہ مالک کی اندرونی نفس کی خوشی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے و الناس عنہ غافلون ۔

وفیات

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مرحوم وجھوی کے صاحبزادہ مولانا محمود الحسن صاحب۔
صدر جامعہ کے ماموں جناب سید محمد اقبال شاہ صاحب کے جواں سال صاحبزادے سید محمد شعیب ایک حادثہ میں انتقال فرما گئے ہیں ،انا للہ و انا الیہ راجعون
قارئین الحقانیہ سے مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا حذیفہ وستانوی

غفلت کے اسباب، علامات ہولناکیاں اور علاج

(قسط۲)

علاماتِ غفلت

اسباب و انجام غفلت کے بعد علامات غفلت کو بیان کیا جاتا ہے تا کہ ہم اپنا محاسبہ کریں کہ ہم میں غفلت ہے یا نہیں۔

(۱) عبادت میں سستی

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَ ھُوَ خَادِعُھُمْ وَ اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی

یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ (اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جو سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ کو دھوکا دے دیا، تو در حقیقت یہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، کیوں کہ اللہ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا، اور اللہ تعالیٰ ان کو اس دھوکے میں پڑا رہنے دیتا ہے جو انہوں نے خود اپنے آپ کو اختیار سے دے رکھا ہے۔ اور اس جملے کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''اللہ ان کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے'' اس ترجمے کی بنیاد پر اس کا ایک مطلب بعض مفسرین (مثلاً حضرت حسن بصریؒ) نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کو اس دھوکے کی سزا آخرت میں اللہ تعالیٰ اس طرح دے گا کہ شروع میں ان کو بھی مسلمانوں کے ساتھ کچھ دُور تک لے جایا جائے گا، اور مسلمانوں کو جو نور عطا ہو گا، اسی کی روشنی میں کچھ دور تک یہ بھی مسلمانوں کے ساتھ چلیں گے، اور یہ سمجھنے لگیں گے کہ ان کا انجام بھی مسلمانوں کے ساتھ

ہو گا، مگر آگے جاکر ان سے روشنی چھین لی جائے گی، اور یہ بھٹکتے رہ جائیں گے، اور بالآخر دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے، جیسا کہ سورۂ حدید میں اس کا بیان ہے۔ اور جب یہ لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کسمساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔ (النساء : ۱۴۲)

منافقین اللہ کو دھوکہ دیے جارہے ہیں (بزعمہم)۔

معلوم ہوا کہ عبادت میں جی نہ لگنا یہ نفاق اور غفلت کی علامت ہے۔ آج ہم میں سے ہر ایک اپنے گریبان میں جھانکے وہ کتنی سستی کرتے ہیں، نہ نماز پڑھنا، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ تلاوت، نہ ذکر، ہر عبادت کے کرنے میں ہمیں سستی آتی ہے؛ یہ غفلت کی علامت ہے۔ ہمیں پوری تندہی اور چستی کے ساتھ عبادت کی کوشش کرنی چاہیے۔

محرمات کو معمولی تصور کرنا

غفلت کی علامتوں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی حرام کام کے کرنے میں جھجھک محسوس نہ کرے اور آسانی سے اسے کرگزرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ "اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَرٰی ذُنُوْبَہٗ کَاَنَّہٗ قَاعِدَ تَحْتَ جبلٍ یُخَافُ اَنْ یَّقْطَعَ عَلَیْہِ وَ اِنَّ الْفَاجِرَ یَرٰی ذُنُوْبَہٗ کَذُبَابٍ عَلٰی اَنْفِہٖ فَقَالَ بِہٖ ھٰکَذَا۔ فَقَالَ اَبُوْشِھَاب بِیَدِہٖ فَوْقَ اَنْفِہٖ" (بخاری : ج۸/ ص۶۳۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ کسی بڑے پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہو اور وہ پہاڑ اس پر گرنے کے قریب ہو، اور فاجر جب گناہ کرتا ہے اس وقت اس پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے مکھی اس کے ناک کے پاس سے گزر رہی ہو اور وہ اس کو دفع کر رہا ہو۔ ابو شہاب فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے مکھی کو دفع کرنے کا اشارہ کر کے بتلایا۔

مطلب یہ ہے کہ مومن سے اگرچہ گناہ ہو مگر گناہ کرتے وقت بھی اس کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور غافل پر گناہ کرتے وقت بھی کوئی احساس باقی نہیں رہتا، گویا گناہ پر گناہ کا احساس نہ ہونا' یہ بھی غفلت کی علامت ہے۔

(۳) غافل کو گناہ کرنے میں مزہ آتا ہے :

غفلت کی ایک علامت یہ ہے کہ آدمی جب گناہ کرے تو اس کو مزہ آنے اور گناہ چھوڑنے کے لیے اس کی طبیعت آمادہ نہ ہو۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ''جب گناہ کرتے کرتے قلب پر سیاہی چھا جاتی ہے تو اب اس کا دل اُلٹے کئے ہوئے پیالے کی طرح ہو جاتا ہے نہ اس کو نیکی سمجھ میں آتی ہے اور نہ برائی کا احساس ہوتا ہے، اس کو اپنی خواہش پر عمل کرنے کی پڑی رہتی ہے۔'' (مسلم : ۱۴۴)

(۴) غیر مفید امور میں وقت ضائع کرنا

غفلت کی ایک علامت یہ ہے کہ غفلت زدہ آدمی بے کار اور بے سود امور میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کرتا ہے، جس کا کل قیامت کے دن حساب دینا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ اور قیامت جب قائم ہوگی تو مجرمین (غافلین) قسمیں کھائیں گے اور کہیں گے وہ تو بہت کم مدت (دنیا میں) رہ کر آئے ہیں اور وہ اس لیے کہ اپنی زندگی کے ضائع کردہ اوقات پر حسرت کریں گے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے اِغْتَنِمْ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ'' اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔

اب ہم اپنے معاشرہ اور دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں کہ آج ضیاع وقت میں کیسا ابتلاء ہے، کیا خاص، کیا عام، کیا طلبہ، کیا اساتذہ، کیا عوام، کیا سائنس داں، کیا تعلیم یافتہ؟ سب ہی اسی بیماری میں شریک ہیں۔ کوئی غیبت میں، کوئی کھیل کود میں، کوئی گپ شپ

ہیں، کوئی موبائل پر، کوئی ٹی وی پر، کوئی انٹرنیٹ پر، کوئی چوراہوں پر، کوئی دکانوں پر، کوئی بازاروں میں، کوئی تفریح گاہوں میں، کوئی سڑکوں پر اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کر رہا ہے، مگر اس کا احساس بھی نہیں' اسی کو غفلت کہتے ہیں۔

آج دنیا میں ۹۰٪ سے زائد فیصد لوگ ضیاع وقت کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں گویا غفلت کا شکار ہیں، اسی لیے تو طرح طرح کے عذاب، کبھی آندھی کی صورت میں، کبھی زلزلے کی صورت میں، کبھی سونامی کی صورت میں، کبھی بڑے بڑے حادثہ کی صورت میں مسلسل ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں، مگر ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔ اللہ ہی ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

خلاصہ یہ کہ غفلت ایک مہلک مرض ہے جو انسان میں جہالت، نادانی، معصیت خواہشات کی پیروی، غافلین کی صحبت کا اختیار کرنے، نماز کو باجماعت نہ پڑھنے، لمبی لمبی آرزوؤں کے خیالی پلاؤ پکانے، کثرت سے ہنسنے، فضول گوئی کرنے، آخرت فراموش کرنے، تکبر کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا انجام عبادات میں کاہلی اور سستی، عذاب دنیوی، توفیق سے محرومی، تکذیب آیات، آخرت میں استحقاق عذاب کی صورت میں پیش آئے گا۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

غفلت کی علامت ضیاع وقت، اللہ کی اطاعت سے اعراض، گناہ سے دلچسپی، محرمات شرعیہ کے ساتھ تعاون ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

غفلت کا علاج

قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات میں جہاں غفلت کے اسباب، خطرات اور علامات کو صراحۃً واشارۃً ذکر کیا گیا ہے ویسے ہی غفلت کے علاج کا بھی تذکرہ ہے۔ تو آیئے ہم دل تھام کر بیٹھتے ہیں اور پورے عزم وارادہ کے ساتھ طے کرتے ہیں کہ ہم ضرور

بالضرور غفلت کے اس مرض کے لیے تجویز کردہ علاج کو اختیار کریں گے اور اللہ سے مدد بھی طلب کریں گے۔

عربی کا ایک شاعر کہتا ہے

یَا متعب الجسم کم تسعی لراحة
أتعبت جسمك فیما فیه خسران
اقبل علی الروح واستکمل خصائلها
فانت بالروح لا بالجسم انسان

اے جسم کی راحت کے لیے اپنے آپ کو تھکانے والے کب تک تو اس جسم کو راحت دے گا جس کے لیے راحت کی صورت میں خسارہ لازمی ہو۔

اپنی روح اور نفس کی طرف متوجہ ہو اور اس کو عمدہ خصال سے آراستہ کر دے اس سے کہ انسان اصل میں روح میں سے ہے (نہ کہ جسم سے)

(ا) غفلت کو دور کرنے کا سب سے پہلا علاج دینی تعلیم

صحیح معنی میں اسلامی تعلیمات سے واقف ہو کر اس پر عمل کرنا یہ غفلت کو دور کرنے کا سب سے اہم سبب ہے، کیونکہ علم دین سے مردہ زندگی کو حیات نصیب ہوتی ہے ارشاد ایزدی ہے وَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاہُ وَ جَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمَاتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا کَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْکَافِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۃ انعام: آیت ۱۲۲)

ذرا بتاؤ کہ جو شخص مردہ ہو، پھر ہم نے اُسے زندگی دی ہو، اور اس کو ایک روشنی مہیا کر دی ہو جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو (یہاں روشنی سے مراد اسلام کی روشنی مراد۔ اور ''لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو'' فرما کر اس کی طرف اشارہ کر دیا

گیا ہے کہ اسلام کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ انسان مذہبی عبادات کو لے کر دنیا سے ایک طرف ہو کر بیٹھ جائے، اور لوگوں سے میل جول چھوڑ دے، بلکہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کے درمیان رہے، اُن سے ضروری معاملات کرے، ان کے حقوق ادا کرے، لیکن جہاں بھی جائے، اسلام کی روشنی ساتھ لے کر جائے، یعنی یہ سارے معاملات اسلامی احکام کے تحت انجام دے) کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو جن سے کبھی نکل نہ پائے؟ اسی طرح کافروں کو یہ سجھا دیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں، وہ بڑا خوشنما کام ہے۔

معلوم ہوا کہ ایمان اور علم سے گویا مردہ زندگی کو حیات میسر ہوتی ہے۔

(۲) غفلت دور ہوتی ہے ذکر اللہ سے

غفلت کو دور کرنے کا اہم سبب اپنے آپ کو ذکر میں ہمیشہ مشغول رکھنا ہے

ارشاد باری ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (الاعراف: آیت ۲۰۵)

اور اپنے رب کا صبح و شام ذکر کیا کرو، اپنے دل میں بھی، عاجزی اور خوف کے (جذبات) ساتھ، اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کئے بغیر، اور ان لوگوں میں شامل نہ ہو جانا جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ غفلت کو دور کرنے کے لیے آدمی ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ زبان پر جاری رہے لا یزال لسانك رطبا عن ذكر الله۔

(۳) مجالس ذکر میں بیٹھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَ مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ حِلَقُ

الذِّکرِ جب تم ریاض الجنۃ پر سے گذرو تو اس سے مستفید ہوتے رہو۔ ہم نے دریافت کیا کہ ریاض الجنۃ کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (ترمذی)

ذکر کی مجلسیں اور حلقے انتہائی مفید اور کارآمد ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے ذکر کے حلقوں کے فوائد کے ثمرات پر اپنے خطوط میں بڑے تجربات پیش کئے ہیں کہ ذکر کی مجلسوں سے غفلت دور ہوتی ہے، باہمی اختلاف وانتشار پیدا نہیں ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اگر کہیں ذکر میں کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو کوئی آدمی خاموشی کے ساتھ بھی اس میں شرکت کرے تب بھی فوائد اور ثواب سے محروم نہیں رہتا ہے ھم القوم لا یشقی جلیسھم۔ (متفق علیہ)

(۴) تلاوت قرآن

جہاں غفلت کے علاج کے لیے بہت سے امور ہیں، وہیں تلاوت قرآن بھی غفلت کو دور کرنے کا اہم ذریعہ ہے ارشادالٰہی ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ زمر: آیت ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، جس کی باتیں بار بار دُہرائی گئی ہیں۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں اپنے پروردگار کا رُعب ہے وہ اس سے کانپ اُٹھتے ہیں، پھر اُن کے جسم اور اُن کے دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت سے قساوۃ قلبی دور ہوتی ہے، ذکر اللہ میں دل لگتا ہے اور غفلت دور ہوتی ہے آج ہم نے تلاوت کو بالکل ہی چھوڑ رکھا ہے اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ابن القیم فرماتے ہیں :

''قرآن قلوب کے لیے حیات نو کی مانند ہے، قلب کے لیے تلاوت قرآن، تدبر فی القرآن سے زیادہ کوئی چیز نفع بخش نہیں ہو سکتی، تلاوت قرآن سے اللہ کی محبت، اس سے ملنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، مغفرت کی امید قائم ہوتی ہے، گناہ پر خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اللہ کی طرف بندہ متوجہ ہوتا ہے، اللہ کی ذات پر توکل قائم ہوتا ہے، اس کے فیصلہ پر بندہ راضی رہتا ہے، اس کی نعمت پر شکر بجالاتا ہے، مصیبت پر صبر کرتا ہے اور ہر طرح کی غیر شرعی حرکت سے باز رہتا ہے، اگر لوگوں کو تلاوت قرآن کے فوائد کا ادراک ہوجائے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسی میں لگے رہیں'' (مفتاح دار السعادۃ : ۱/۴۳۵)

(۵) توبہ واستغفار

کثرت سے توبہ واستغفار بھی بندے سے غفلت کو دور کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک مجلس میں سو سو بار استغفار کرتے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ان الفاظ میں استغفار کرتے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ تُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم (ترمذی : ۳۴۳۴)

نتیجہ فکر : حافظ محمد بخش سیالوی محمدی شریف چنیوٹ

نالۂ فراق

اتحادامت کے داعی پیکر خلوص ومحبت جناب محمد شفیع لاہوری کی ناگہانی وفات پر

وفات بروز جمعۃ المبارک، ۲۷/جمادی الاول ۱۴۳۳ھ ۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء بمقام تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

اتحاد مسلمین کا داعی چلا گیا
احباب مصطفیٰ کا سپاہی چلا گیا
اے کاش ربط ہائے دور و دراز کا
اک سلسلۂ غیر المنتہا ہی چلا گیا
درویش مست خانقاہ سرا جیہ
تونسہ مقدسہ کا راہی چلا گیا
کتنی پسند تھی اسے تونسہ کی سرزمیں
اس بات کی وہ دے کر گواہی چلا گیا
ڈھونڈے سے کب ملے ہے شفیع ساجہاں گشت
پیکر خلوص کا صبح گاہی چلا گیا
ترسیں گی جس کی دید کو آنکھیں تمام عمر
کس رہ سفیر دین الٰہی چلا گیا
حافظ کی ہے دعا اسے فردوس ہو عطا
چھوٹے نہ اس کے ہاتھ سے دامن مصطفیٰ

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب : سد سکندر فی تحقیق لفظ قلندر   تالیف : مولانا نوراللہ نوروز یرستانی

صفحات ۱۰۴   ناشر : القاسم اکیڈمی خالق آباد ضلع نوشہرہ

کچھ عرصہ قبل القاسم اکیڈمی کی جانب سے حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی قدس سرہ کی سوانح حیات ''مرد قلندر'' کے نام سے شائع کی گئی تو بعض علماء کرام کی طرف سے لفظ ''قلندر'' کے معنیٰ پر کچھ اشکالات سامنے آئے۔ اور اس موضوع پر ماہنامہ القاسم میں کئی حضرات کے مضامین شائع ہوئے زیر نظر کتاب انہی مقالات اور بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے جو اپنے موضوع پر ایک مفید کاوش اور اہل علم کے لئے خاصہ کی چیز ہے۔ امید ہے کہ اس کی قدر کی جائے گی۔

نام کتاب : قلم و کتاب نمبر   مرتب : مولانا عبدالقیوم حقانی زیدمجدہم

صفحات : ۲۱۶   ناشر : القاسم اکیڈمی خالق آباد ضلع نوشہرہ

زیر نظر کتاب ماہنامہ القاسم کی سترہویں خصوصی اشاعت ہے۔ جس میں القاسم اکیڈمی کی جدید ترین علمی اشاعتوں پر فاضلانہ مقالے، بعض اہم علمی اور فقہی مسائل اور نئی مطبوعات کا تعارف شامل ہے۔

اس خصوصی اشاعت کے بارہ میں مولانا عبدالقیوم حقانی زیدمجدہم فرماتے ہیں کہ ''الغرض اب کا تازہ شمارہ انہی اکابر و مشائخ اور علماء و فضلاء کی قلمی تحریروں، تحقیقی مضامین، تبصروں و تجزیوں اور ادبی شہ پاروں سے مزین سترھویں خصوصی اشاعت ''قلم و کتاب نمبر'' کے نام سے نذر قارئین ہے''۔

نام کتاب : خارجی فتنہ ۲جلد تالیف : حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ

صفحات جلد اول ۴۸۸۔ جلد دوم ۴۹۶ قیمت مکمل سیٹ : ۴۵۰روپے

ناشر : ادارہ مظہر التحقیق متصل جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کی علمی شخصیت اور آپ کی تالیفات کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں۔ باطل فتنوں کے تعاقب میں آپ کی قیمتی اور مفید تحریریں عوام و خواص سب کے لئے مشعل راہ ہیں۔

مولانا محمد اسحاق سندیلوی صاحب (سابق صدر شعبہ دعوت وارشاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) نے مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے جواب میں ''اظہار حقیقت'' نامی کتاب لکھی جس کے متعلق حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''مولانا سندیلوی نے ''اظہار حقیقت'' جلد دوم میں مشاجرات صحابہ کی بحث میں اپنا جو موقف پیش کیا ہے وہ جمہور اہل سنت والجماعت کے مشہور و مقبول مسلک کے خلاف ہے''۔

زیر نظر کتاب مولانا سندیلوی کی اسی کتاب کا جواب ہے جس میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے خارجی فتنہ کے خدوخال کو واضح فرمایا ہے۔ جو اپنے موضوع پر ایک عمدہ، مفید اور بہترین تحقیق ہے اور ''خارجی فتنہ'' سے آگاہی کے لئے ایک بے مثال اور تاریخی دستاویز ہے۔ کتاب کی پہلی جلد میں ''مشاجرات صحابہ'' اور دوسری جلد میں فسق یزید کی مفصل بحث ہے۔

یہ اشاعت کمپیوٹر کتابت، دیدہ زیب ٹائٹل، عمدہ کاغذ اور بہترین طباعت سے آراستہ ہے۔ امید ہے کہ قدر دان حضرات اس کی قدر فرمائیں گے۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

٦ : ربیع الثانی : حضرت مدظلہم چارروزہ دورہ کے لئے حاصل پور، جام پور، شکارپور، ڈیرہ غازی خان اورڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے اور مختلف مقامات پر اصلاحی بیانات ہوئے جس میں لوگوں نے کثیرتعداد میں شرکت کی۔

۱۴ : حضرت مدظلہم خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے جہاں خانقاہ میں جمعہ کے آغاز کے سلسلہ میں علماء کرام کی مجلس منعقدہوئی جس میں حضرت مدظلہم نے بعض شرائط پوری نہ ہونے کاعندیہ ظاہرکیااورفی الوقت جمعہ کاآغاز مؤخرکردیاگیا۔

۲۳ : حضرت مدظلہم نے مدرسہ تعلیم القرآن حقانیہ ،روڈوسلطان میں اصلاحی بیان فرمایا۔

۲۴ : بعدنمازعصرحضرت مولانامشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے جامعہ حقانیہ ساہیوال میں اصلاحی درس ارشادفرمایا۔اورپھرعشاء کی نمازکے بعدمدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھامیں جلسہ سیرت النبی ﷺ سے خطاب فرمایا۔۲۶ : حضرت مدظلہم لاہور، ماڈگامنڈی، بگھیانہ کلاں اورپھول نگرتین روزہ اصلاحی دورہ پرتشریف لے گئے اورمختلف مقامات پربیانات فرمائے۔ ۲۹ : حضرت مدظلہم دوروزکے لئے اسلام آباداورمری تشریف لے گئے۔ اسلام آبادمیں بیان کے بعددارالعلوم مری کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔

یکم جمادی الاول : حضرت مدظلہم نے تبلیغی مرکزعارف والامیں طلباء سے بیان فرمایااورامتحان لیا۔ ۴ : جامعہ کے طلباء کاششماہی تقریری امتحان ہوااوراس کے بعددوروزکی تعطیل ہوئی۔ ۷ : حضرت مدظلہم ہفتہ واردرس بخاری کے لئے جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا تشریف لے گئے اوربخاری شریف کااپنامتعلقہ حصہ مکمل فرماکردعافرمائی۔ اللہ پاک قبول

ومنظور فرمائیں ۔ ۱۰ : حضرت مدظلہم نے جامعہ حقانیہ للبنات کی چند طالبات کو قرآن کریم کا آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا اور دعا کی ۔ ۱۱ : حضرت مدظلہم معہد الترمذی لاہور تشریف لے گئے جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی تشریف آوری ہوئی اور حضرت شیخ الاسلام نے جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ ۱۲ : حضرت مدظلہم نے مجلس صیانۃ المسلمین سندر لاہور کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی اور بعد از نماز جمعہ بیان فرمایا۔

۱۵ : حضرت مدظلہم حرمین شریفین کے مبارک سفر پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے عمرہ کی سعادت حاصل کی ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں ۔۸/ جمادی الثانی کو حضرت مدظلہم رات آٹھ بجے واپس پاکستان پہنچے۔ رات کا قیام لاہور ہی میں کرنے کے بعد صبح ساہی وال تشریف لانے کا ارادہ تھا لیکن رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے حضرت مدظلہم کے بڑے بھائی حضرت مولانا حافظ سید عبد الصبور ترمذی رحمہ اللہ حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت اسی وقت لاہور سے روانہ ہوئے اور صبح ٦/ بجے ساہیوال پہنچے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہم کے برادر کبیر کی بال بال مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائیں ،آمین۔

۹ : مولانا سید عبد الصبور ترمذی رحمہ اللہ کا جنازہ ہائی سکول کے گراؤنڈ میں حضرت مدظلہم نے پڑھایا اور جنازہ سے قبل حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم عید گاہ کبیر والا نے مختصر بیان کیا اور صبر کی تلقین فرمائی ۔

